مولانا محمد سعید الرحمٰن علوی

فقیرِ عالی وقار

زعیمِ احرار چودھری افضل حق مرحوم کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے میرے سامنے دیوبند کے نامور حریت پسند شاعر علامہ انور صابری مرحوم کی یہ رباعی آگئی :

حیاتِ افضل کو پڑھ کے انور، یہ راز سمجھا دماغ میرا
زعیمِ فطرت شکار بھی تھا، ادیب جادو نگار بھی تھا
دِل و جگر کی حرارتوں میں حرارتِ قلب و زندگی تھی
فقیرِ عالی وقار بھی تھا، غریب کا غمگسار بھی تھا

اسی رباعی کے آخری شعر سے میں نے عنوان مستعار لے کر گفتگو کی ہے۔ شاید کہ نسلِ نو کچھ اثر لے کہ اپنی موجودہ زبوں حالی کا مداوا کر سکے۔

چودھری صاحب مرحوم ۱۳۰۸ھ مطابق ۱۸۹۱ء کو پیدا ہوئے اور ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۹۴۲ء کو اِس دنیا سے سدھار گئے گویا قمری حساب سے محض ۵۲ برس اور شمسی حساب سے ۵۱ برس اِس جہانِ رنگ و بو میں رہے۔ یہ عمر ہی کیا ہوتی ہے، کہنا چاہیئے کہ اُن کا وجود دنیا کو منور کرنے والا ایک روشن شعلہ تھا جو جلد ہی بُجھ کر دنیا کو اندھیروں کے سپرد کر گیا ——— فیا حسرتا!

مرحوم ایک ایسی برادری اور قوم کے چشم و چراغ تھے جس کے ہر بڑے چھوٹے فرد کے دِل و دماغ کے ہر گوشہ میں عظمت و بڑائی کا خُمار موجود ہوتا ہے اور پھر ملازمت جو تھوڑی بہت کی وہ ایسے محکمہ میں جس کا ہر چھوٹا بڑا فرد اپنی جگہ اپنے آپ کو حاکم دائم مطلق خیال کرتا ہے لیکن چودھری صاحب کی فطرتِ سلیمہ اور فطرتِ صحیحہ نے اُن کی زندگی کے جو نقوش تاریخ کے اوراق پر ثبت کئے ہیں، ان کے مطابق وہ دِل دَرد مند کے مالک، متواضع اور اخلاقی اقدار کے مالک ایک ایسے انسان نظر آتے ہیں جو رسولِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اِس ارشاد کی صحیح تصویر ہو۔

بہترین انسان وہ ہے جو انسانوں کے کام آئے

کتنی عجیب بات ہے کہ مرحوم نے جس قافلہ سے اپنا تعلق جوڑا، اِس تعلق کو ایسا نبھایا کہ جنازہ بھی اسی

قافلہ یہ عوامی دفتر سے اُٹھا اور وقتِ مرگ اُن کے سرہانے سے زر و سرمایہ نام کی کوئی چیز برآمد نہ ہوئی، برآمد ہوا تو "دینِ اسلام" نامی کتاب کا مسودہ، جو سید ابوذر بخاری کے بقول:

"اسلامی عقائد و احکام کی حکمت کے موضوع پر بڑی پرمغز اور معرفت آمیز کتاب ہے۔"

مصر کے دورِ زوال کے عبقری الامام محمد عبدہ کے شاگرد رشید علامہ رشید رضا نے اپنے استاذ کے افکار کی روشنی میں قرآن عزیز کی تفسیر "المنار" کے نام سے لکھنا شروع کی۔ سورۂ یوسف کی آیت ۱۰۱ پر ان کی حیاتِ مستعار کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ اس آیت میں بتلایا گیا ہے کہ سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے اقتدار کی تکمیل کے بعد کس طرح حالتِ اسلام میں موت کی درخواست دعا کی اور ساتھ ہی اس بات کی کہ ان کا اخروی انجام اہلِ صلاح کے ساتھ ہو —— رشید رضا کی موت پہ مصر کے اہلِ علم نے ماتم کیا کہ ایک عظیم تفسیر کی تکمیل نہ ہو سکی لیکن جس مقام پر موت ہوئی اس پر ہر ایک نے رشک کیا —— برعظیم کے دورِ زوال کے ایک ہمدردِ قوم اور مخلص انسان کے سرہانے ایسی کتاب کا تکمیل شدہ مسودہ نکلنا جس میں اسلام کی رواجی تعبیر کے بجائے حقیقی تعبیر ہو۔ بلاشبہ ان کے ایمان پرور حسنِ خاتمہ کی دلیل ہے۔ اور کہا جا سکتا ہے،

ع ہے رشک اِک جہان کو افضل کی موت پر

(بہ تغییر یسیر معذرت کے ساتھ)

چودھری صاحب جس قافلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اس قافلہ کے نقطۂ نظر کو سمجھنے کے لئے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں: ——

الف: دنیا امیروں کی جولان گاہ نہیں اس میں غریبوں کا بھی حصّہ ہے۔ (مظہر علی)

ب: میرے نزدیک ہندوستان کی تمام مشکلات کا حل صرف ایک ہے کہ ہندوستان (اب ہند، پاک، بنگلہ دیش) کے تمام سمجھدار قوم پرست کسانوں اور مزدوروں کی تنظیم کریں اور اس خطّہ میں بجائے ایک سرمایہ دار حکومت کے غرباء کی حکومت قائم کریں۔ (حبیب الرحمٰن لدھیانوی)

ج: لیکن مشکل یہ پیش آئی کہ انسانی حرص و آز کی کارفرمائیوں نے اس قدرتی معاہدے اور اشتراکِ عمل کی پرواہ نہ کرتے ہوئے تمدّن کی خوشگوار فضا کو محشرستانِ فساد بنا دیا، پیداوار کی وہ تقسیم جو عام ہونی چاہیئے تھی بعض افراد تک محدود ہو کر رہ گئی۔ (صاحبزادہ فیض الحسن)

د: سیاسی آزادی قوموں کے لئے اسی صورت میں مفید ہو سکتی ہے جبکہ اقتصادی آزادی سے قومیں

مالامال ہوں میں حیران ہوں کہ میری قوم نے کبھی سنجیدگی کے ساتھ اپنے گرد و پیش کے حالات کی طرف توجہ نہیں دی ۔ (شیخ حسام الدین)

اور خود چودھری صاحب کہتے ہیں کہ :

" سب کو علم ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ کارل مارکس کی پیدائش سے ۵۸ سال پہلے فوت ہوئے ان کے قول کے مطابق رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد یہ تھا کہ امراء و سلاطین کی لوٹ کھسوٹ سے عوام کو بچایا جائے ، قیصر و کسریٰ کو اور ان کے سرمایہ دارانہ نظام اور امیرانہ رسم و رواج کو برباد کیا جائے اور لوگوں کو امتیازی زندگی بسر کرنے سے منع کیا جائے ۔"

(تاریخ احرار ص : ۶۰ حجۃ اللہ البالغہ ص ۶۴)

مزید کہتے ہیں :

" اقتصادی مساوات کے بغیر ہندوستان (اُس وقت ہندوستان ہی تھا) میں امن اور آزادی ممکن نہیں یا یہ ملک غلام رہے گا ، اور اگر آزادی اور امن حاصل کرے گا تو سوشلزم[۱] (عدل اجتماعی کے عنوان میں) کی بنیاد پر ، تب ہی چھوت کی لعنت دُور ہوگی جب ملک میں سرمایہ دار طبقہ نہ رہے گا

(تاریخ احرار ۲۶۷)

چودھری صاحب اور ان کے رفقاء کا یہی نقطہ نظر تھا کہ دنیا میں امن ہونا چاہیے اور امن ممکن نہیں جب تک اس میں طبقاتی کشمکش کا عفریت منہ کھولے موجود ہے ۔ پنڈت جواہر لعل نہرو نے "میری کہانی" میں احرار کے متعلق کہا تھا کہ :

یہ لوگ زیادہ تر نچلے اور اوسط طبقے سے تعلق رکھتے ہیں ۔

احرار کو اس کا مطلق انکار نہ تھا کہ وہ نچلے اور اوسط طبقہ کے لوگ ہیں ۔ اُس دَور میں اور آج بھی یہ بات خاصی ذلت ناک شمار ہوتی ہے لیکن احرار کو اس پر فخر تھا ، زعماء احرار کے پاس وہ سب وسائل تھے جن کی بنیاد پر لوگ بڑائی کے تاج محل تعمیر کرتے ہیں ۔ مذہبی اور سیاسی دکانیں سجاتے ہیں ، اسلام اور عوام کے نام پر اپنا کاروبار چمکاتے اور لوگوں کی گردنوں پر سوار ہوتے ہیں ، لیکن انہوں نے جھوٹے تاج محل تعمیر کرنے کی بجائے سچائی کا فطری راستہ اختیار کیا ۔ وہی راستہ جس کی دُعا ، دنیا کے سب سے سچے انسان نے کی

---

[۱] یہاں پر سوشلزم کا لفظ چوہدری صاحب نے مطلقاً "سماجی انصاف" کے معنوں میں استعمال کیا ہے نہ کہ اصطلاحاً اس سے کوئی خاص نظام مراد ہے ۔

میرے ربّ! میں زندہ رہوں تو مسکینوں میں، مروں تو مسکینوں میں اور صبح قیامت میرا حشر
ہو تو مساکین کے ساتھ۔

احرار کے شہ دماغ چودھری صاحب تھے۔ جیسا کہ اشارہ ہوا وہ تعلیم کے بعد جہاں تک مقدر تھی، محکمہ پولیس میں بھرتی ہوگئے —— خاندانی راجپوت اور پولیس کی ملازمت —— نہلے پہ دھلا، اس سے قبل اُن پر کئی دور بیت چکے تھے چونکہ گھرانا نیک تھا اس لئے بقولِ خود "نماز کی قضا ممکن نہ تھی" —— یہ بچپن و تعلیم کا دور تھا۔ تعلیم کے بعد تشکیک کی منزل میں آ گئے، پھر پولیس میں بھرتی ہوگئے۔ اسی اثناء میں جنگِ عظیم اوّل ختم ہوئی تو ترکی خلیفہ کی حکومت پامال ہو کر رہ گئی۔ عثمانی حکومت کے حصے بخرے کر دیئے گئے، موجودہ شاہ حسین والئی اردن کے آباؤ اجداد نے انگریزی بساط پر مہروں کا کام دیا اور ملّتِ اسلامیہ شدید زبوں حالی کا شکار ہو گئی —— برعظیم کا چپّہ چپّہ حالات سے شدید طور پر متاثر تھا۔ راجپوت پولیس مین کے اندر کا دل تڑپ رہا تھا۔ خود کہتے ہیں:

"انگریزی ملازمت کی ایک ایک گھڑی میرے لئے ناقابلِ برداشت تھی۔"

تا آں کہ ۱۹۲۱ء آ گیا برعظیم کے اُبھرتے ہوئے خطیب سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری کی ایک تقریر لدھیانہ سے متاثر ہو کر ملازمت ترک کر دی اور اسی پر بس نہیں کیا بلکہ چند دن کی ریاضت کے بعد اپنے مستقر میں عین تھانہ سے متصل اسی موضوع پر تقریر کر ڈالی —— آئندہ چل کر کشمیر کے وزیرِ اعظم "ہرکشن لال کول" نے کمشنر کی حیثیت سے آپ سے ملاقات کرنا چاہی، برادری کے ایک وڈیرے کو درمیان میں ڈالا گیا لیکن:

عنقا را بلند است آشیانہ

والی بات سامنے آئی —— چودھری صاحب دام میں نہ پھنس سکے اور اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔ ۱۹۲۲ء میں ایک مقدمہ کی بنا پر چھ ماہ کی سزا کے مستوجب قرار پائے۔

مستحق دار کو حکم نظر بندی ملا، ٭ کیا کہوں کیسے رہائی ہوتے ہوتے رہ گئی

اسی جیل (انبالہ) میں ۱۴، ۱۴ گھنٹے بیڑی ہتھکڑی میں جکڑ کر رکھے گئے جس سے فالج کا حملہ ہوا، غذا میں سُرمہ کھلایا گیا جس سے عمر بھر کے لئے گلے کی بندش کا عارضہ لاحق ہو گیا —— قیدیوں کے حالات کی بہتری اور اصلاح کے لئے اسی جیل میں کامیاب بھوک ہڑتال کی —— ساتھ ہی آپ کی پاکیزہ زندگی کی صحبت سے کئی قیدی پاکباز زندگی گذارنے کی راہ پر آ گئے۔

آپ لگ بھگ ۱۲ برس اسمبلی کے ممبر رہے تاآں کہ ۱۹۳۷ء میں اُس وقت کی پنجاب حکومت نے کمال درجہ کی دھاندلی کرکے آپ کو ہرا دیا، آپ نے اسمبلی رکنیت کے زمانہ میں سکھوں کے کرپان کے مقابلہ میں کلہاڑی رکھنے کا بل نہ صرف پیش کیا بلکہ کمال درجہ استقامت اور صبر آزما جد وجہد سے اسے منظور بھی کرایا۔

تحریک عدم تعاون کے دوران مولانا ابوالکلام آزاد نے آپ کی اصابت رائے اور دیانت پر اعتماد کرتے ہوئے بلامشورہ اپنا قائم مقام نامزد کر دیا —— جو چودھری صاحب کے لئے بڑا اعزاز تھا۔

۱۹۲۹ء میں کارکنانِ خلافت پنجاب نے احرار کے نام سے قافلہ ترتیب دیا تو اس میں چودھری صاحب پیش پیش تھے۔ یہ گزر چکا ہے کہ احرار طبقاتی فرقہ واریت کے شدید مخالف تھے، اس صورتِ حال کو وہ روحِ اسلام کے منافی خیال کرتے، ان کی ساری جد وجہد اسی محور کے گرد گھومتی ہے۔ کشمیر کی تحریک ہو یا کپور تھلا، بہاولپور کے معاملات، سب کی پشت پر یہی جذبہ کارفرما تھا کہ غربا اور نچلے درجہ کے لوگ سر بلند کرکے چل سکیں، ان کا معاشی استحصال ختم ہو، انہیں ان کے حقوق ملیں اور وہ عزت و آبرو کی زندگی گزار سکیں۔

اگر قادیانیت کے خلاف احرار نے اجتماعی جد وجہد کی بنو اٹھائی تو اس لئے کہ جہاں قادیانیت اسلام کے بعض بنیادی عقائد کو چیلنج کرتی ہے —— وہاں اس لئے بھی جد وجہد لازم تھی کہ:

۱: قادیانی برٹش امپیریلزم کے ایجنٹ ہیں۔

۲: اعلیٰ طبقہ کا ذہن رکھتے ہیں اور ارد گرد کی غریب آبادی کا بائیکاٹ کرنا اور دوسرے ذرائع سے انہیں مرعوب کرنا ان کا دھندا ہے۔

۳: وہ مسلمانوں میں ایک نئی گروہ بندی کرکے ان کی جمعیت کو پارہ پارہ کرنے کی فکر میں ہیں۔

۴: اور مسلمانوں میں بطور ففتھ کالم کام کرتے ہیں۔ (تاریخ احرار ص ۱۸۰)

چودھری صاحب کا تجزیہ یہ ہے اور بالکل صحیح کہ مسجد شہید گنج کے نام پر جو ڈرامہ رچایا گیا اس کی پشت پر یہی جذبہ تھا کہ غریب احرار کو کچلا جا سکے —— مراعات یافتہ طبقات جو اس دھرتی پر ہر چیز کو اپنی ملکیت سمجھتے ہیں اور غربا کو اپنا خدمت گزار قرار دیتے ہیں، اس حد تک بے درد اور ظالم ہوتے ہیں کہ کعبہ کی بیٹی تک کو اپنے اغراض کے لئے استعمال کرنے سے گریز نہیں کرتے —— وہ طبقات جنہوں نے ۱۹۳۵ء میں گٹھ جوڑ کرکے احرار کو شہید گنج کے ملبہ تلے دبانے کی کوشش کی اور ہندوستان بھر سے ہیکڑوں معذروں کو ۱۹۳۷ء کے الیکشن میں چودھری صاحب کے حلقہ انتخاب میں بھیج کر ان سے مکروہ پروپیگنڈا

کروا کر چودھری صاحب کو ہرایا ـــــ انہیں اسلام کے نام پر ۴۲ برس قبل ایک آزاد مملکت مل گئی یہاں وہ کبھی "القدس" کے لیئے ہنگامہ کرتے ھیں تو کبھی حضرت بل کشمیر میں موئے مبارک کی چوری پر شور مچاتے ھیں ـــــ یہ حضرات کبھی سلمان رشدی کی آڑ میں اسلام آباد میں غریب طلبار کا خون بہاتے ھیں تو کبھی بابری مسجد کے غم میں مگرمچھ کے آنسو بہا کر انڈیا کے الیکشن میں کانگریس کی راہ کھوٹی کرتے ھیں۔ لیکن انہیں نظر نہیں آتی تو لاہور اسٹیشن سے متصل لنڈا بازار کی مسجد شہید گنج ـــــ جسکی دستاویزات بیچ کر بعض لوگ امیرِ ملت بنے بعض بابائے صحافت اور بعض بابائے لاہور ـــ سیکڑوں جذباتی مسلمان خاک و خون میں لتھڑ گئے ـــــ اے کاش! خداوندانِ پاکستان روزِ محشر کا ہولناک دن آنے سے قبل ان دانستہ ظالمانہ غلطیوں کی اپنے رب اور اپنی قوم سے معافی مانگ لیں کہ وہاں نہ تو قیادت عظمیٰ کام آئے گی نہ جھوٹا پروپیگنڈہ۔

چودھری صاحب مرحوم ہر چند کہ ۱۹۴۲ئہ میں اس دنیا سے رخصت ہو گئے تاہم اس وقت پاکستان کی قرارداد سامنے آ چکی تھی اور مسلمانوں کے قائداعظم عظمتوں کی بلندیوں پر سوار تھے۔ زعیم احرار نے صاف لفظوں میں کہا:

> کہ ہم اس اکھنڈ ہندوستان کو پاکھنڈ ہندوستان اور اس پاکستان کو پلیدستان سمجھتے ہیں جہاں خود غرضوں نے زراندوزی کی قابلیت کو معیار قرار دے کر دوسروں کو ضروریاتِ زندگی سے محروم کر دیا ہو ـــــ وہ سوسائٹی جس میں سیاسی اور اقتصادی نا برابری ہو اور غریب نان و نفقہ کے محتاج ہوں (اسے کون اچھی سوسائٹی کہے گا)

چودھری صاحب نے واضح کیا کہ اسلام کسبِ معاش کے حوالہ سے مختلف قابلیتوں کو تسلیم کرنے کے باوجود اصحابِ استعداد کو حکم دیتا ہے کہ وہ اپنا رزق معذوروں اور کمزوروں کی طرف لوٹا دیں۔ رسولِ اکرم میں کسبِ معاش کی قابلیت سب سے بڑھ کر تھی لیکن آپ کی عملی زندگی اس اصول کی پابند تھی کہ کم سے کم ضرورت کا سامان رکھ کر باقی بانٹ دیا۔ اس کے بعد فرمایا:

> اگر مسلم لیگ کے پاکستان میں یہ دستور زندگی ہو گا تو ہر احرار اس کا حامی ہو گا ورنہ پاکستان کا ہر سرمایہ دار مدعی اسلام سمجھ لے کہ اسلام کسی وطنی اور جغرافیائی تقسیم کا قائل نہیں، مسلمان کا وہی وطن ہے جہاں اس کا ضمیر آسودہ اور مطمئن ہو، نماز اور روزہ کی تو ہر کفرستان میں بھی اجازت ہے۔ باقی سیاسی اور اقتصادی پروگرام جو مذہب کا

جز و لاینفک ہے ——— کہاں ہے وہ پاکستان جس میں مساواتِ اسلامی قائم ہو — ؟ مسلم اور غیر مسلم پر ظلم نہ ہو بہ حیثیت انسان سب کو برابری کی سطح پر اقتصادی حقوق حاصل ہوں، جہاں مساوات نہیں وہاں پاکستان نہیں (تاریخِ احرار ص ۵۹)

چودھری صاحب نے اس طبقاتی جنگ کے متعلق فرمایا کہ اکھنڈ ہندوستان کو ہندو سرمایہ داروں کا سورگ بنایا جائے گا اور پاکستان کو مسلمان سرمایہ داروں کی جنت ۔ (تاریخِ احرار ۲۶۳)

افسوس ہوا یہی کہ مسلم لیگ کے پاکستان میں ربوہ کے مرزا بشیرالدین محمود سے لے کر جماعتِ اسلامی کے بانی تک اور سوادِ اعظم اہلِ سنت کے سرکردہ رہنما مولانا عبدالحامد بدایونی تک سبھی اسلام کے عدل اجتماعی کی مذہبی تعبیر کرتے نظر آتے ھیں جو ایک مخصوص طبقہ کی ضرورت ہے ——— اس ظالمانہ نقطۂ نظر کے خلاف مناظر احسن گیلانی، حفظ الرحمٰن سیوہاروی اور چودھری افضل حق جیسے مردانِ احرار کی گردنیں ناپنے کی کوشش کی گئی ۔ ترجمان القرآن کے ایڈیٹر نے حفظ الرحمٰن کی کتاب پر لسے اشتراکیوں سے مرعوبیت کا طعنہ دیا تو افضل حق کے اس نوع کے مضامین پر سرمایہ پرست علمار کی ایک کھیپ اور جماعت اسلامی کے قلم بردار، لٹھ بردار بن کر رہ گئے ۔ یہی حال ابوالکلام اور عبیداللہ سندھی کا ہوا کہ ان پر ایسی ایسی تہمتیں لگائی گئیں اور لگائی جا رہی ہیں کہ شیطان بھی سر پیٹ کر رہ جائے ۔

احرار کے وہ جوانانِ عزیز جو آج زعیمِ احرار کی یاد میں جمع ھیں ——— وہ مبارک باد کے مستحق ھیں کہ انہوں نے اس مجلس کو ترتیب دیا اور اس بھولی بسری شخصیت کی یاد دھانی کا فرض سرانجام دیا ہے ۔ چودھری صاحب اپنے زندہ افکار کی بنار پر زندہ ھیں، زندہ رہیں گے ۔ رسول مکرم کی سیرت پر پنڈی جیل میں لکھی گئی ان کی مختصر سی کتاب سیرت کے اس دفتر پر بھاری ہے جو ریاستی نوابوں اور بعض خوانین امرار کی مدد سے لکھا گیا اور جس میں رسولِ انسانیت کی زندگی کے اس گوشہ کو نظر انداز کیا گیا ۔ مہاتما گاندھی نے ضرورت سے زیادہ سرمایہ اپنے پاس رکھنے والوں کو صدیوں بعد قوم کا چور قرار دیا ——— لیکن اسلام کی آخری کتاب نے صدیوں قبل " العفو " کی صدا بلند کی اور اسلام کے پیغمبر نے عملاً " العفو " پر عمل کر کے دکھایا ۔ ابوبکر، عثمان، معاویہ، ابوذر جیسے خادمانِ محمد عربی سے لے کر ابوحنیفہ، ابنِ حزم، شاہ ولی اللہ، محمود الحسن، عبیداللہ، ابوالکلام، مناظر احسن، حفظ الرحمٰن اور افضل حق جیسے ہمدردانِ ملت کی روحیں بیسویں صدی کے ڈوبتے سورج کا نظارہ کرنے والے باسیوں کو پکار پکار کر کہہ رہی ھیں کہ تمہاری

پُرامن اور مطمئن زندگی کا راز اسی میں ہے کہ :

"اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ" اور "ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا" کی قرآنی حقیقتوں کو پلّے باندھ کر ان پر عمل پیرا ہو جاؤ ورنہ قدرت نے ظالمانہ اقتصادی نظام کے علمبرداروں فرعون، نمرود، ہامان، قارون، ابوجہل اور ابن ابی کو جس طرح ملیامیٹ کیا، وہی حشر تمہارا بھی ہو گا۔

تحریر : ابو اُسامہ
میانوالی ،

نرم گرم

کچھ سُنا آپ نے .... ؟

مولانا حق نواز جھنگوی شہید ہو گئے

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

بھئی یہ تو ہونا ہی تھا۔

کیسے .... ؟

تمہیں اتنی بھی کچھ نہیں ــــــ اہلِ حق کے ساتھ ہمیشہ یہی ہوتا آیا ہے۔

اچھا ...... !

تو کیا مولانا کے قاتل پکڑے جائیں گے۔

کچھ کہہ نہیں سکتے ، دیکھیں کیا ہوتا ہے۔

یہاں اوجڑی کیمپ کے گھناؤنے چہرے بے نقاب نہ ہوئے۔

یہاں ضیاء الحق کے طیارے کی تحقیقات سرد خانوں میں ڈال دی گئیں۔

یہاں علّامہ احسان الٰہی ظہیر کا خون ابھی تک قاتلوں کو پکار رہا ہے۔

سندھ میں بسنے والے سیکڑوں لوگوں کے قاتل ...... قیامت مچا کر بھی چین کی بانسری بجا رہے ہیں، انہیں یقین ہے کہ وہ کبھی بھی گرفت میں نہیں آئیں گے۔ وہ پکڑے بھی نہیں جا سکتے کیونکہ ....